# پیش لفظ

ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی چھپی ہوئی رہتی ضرور ہے جو وقت کے ساتھ کبھی اجاگر ہو جاتی ہے تو کبھی وہ تا عمر دب کر دفن ہو جاتی ہے۔ لیکن جب انسانی زندگی سے جڑے قصے کہانی کی بات نکلتی ہے تب وہ ماضی سے نکل کر دوبارہ نئے ڈھنگ سے حال تک پہنچتی ہے اور وہیں باتیں حال سے گزرتے ہوئے مستقبل تک پہنچنے کی تیاری میں لگی رہتی ہے۔ جیسا کہ حیات اور اس سے جڑے قصے و کہانی محور پر گردش کرتے رہتے ہیں۔

بچپن کے بعض واقعات اور واردات کے اثرات مرتے دم تک انسانی ذہن پر چھائے رہتے ہے انسان انہیں کبھی بھلا نہیں پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بچپن میں نانی، دادی اور ماں سے سنی گئی کہانیاں اُسے تاعمر یاد رہتی ہیں ان کہانیوں کے تاثرات انمٹ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مجھے بھی بچپن ہی سے کہانیاں سننے کا شوق تھا، عمر کے بڑھتے فاصلوں نے میری دلچسپی کو اور بھی پختہ کر دیا۔ میں جب ایم۔اے کر رہی تھی تب ہی میں نے افسانوی ادب پر تحقیق کام کرنے کا ذہن بنا لیا تھا۔

بزمِ انجم میں قبا خاک کی پہنی میں نے
اور میری ساری فضیلت اِسی پوشاک سے ہے

اردو کی مشہور شاعرہ پروین شاکر کے اس شعر سے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ انسان کی زندگی دیگر مخلوقات کی زندگیوں سے زیادہ اہم اور با مقصد ہے ویسے تو ہر انسان اس بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتا لیکن کچھ خدا کے بندے ایسے ہوتے ہے جو زندگی کو سنجیدگی کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اپنا منفرد مقام بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہے لہٰذا ایک ایسے ہی خاص شخصیت کے مالک ’دیپک کمار بدکی‘ ہیں جو اپنے قلمی نام دیپک بدکی کے نام سے جانے جاتے ہے۔ چنانچہ دیپک بدکی وہ خوش نصیب انسان ہے جنھوں نے دنیوی جنّت جیسے شہر کشمیر میں اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور انہیں وادیوں میں رہ کر نہ صرف اپنی زندگی کو سنجیدگی سے سنوارا ہے بلکہ کہانیوں کے ذریعے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار پیش کر کے دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں اپنا خاص مقام بنا لیا ہے۔

ہماری ادبی دنیا کا یہ المیہ ہے کہ بڑے ناموں اور چند مخصوص قلم کاروں ہی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ دیپک بدکی اردو ادبی دنیا کا وہ نام ہیں جو گوشہ نشیں رہ کر ادب کی خدمت میں اپنی ذہنی و فکری توانائی صرف کر

تے ہے۔ بدکی ایک اچھے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے افسانہ نگار بھی ہیں انھوں نے تخلیقی دماغ پایا ہے ان کی فکری میں گہرائی اور گیرائی دونوں ہیں ان کے خیال میں وسعت ہے ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے اردو دنیا کو چونکا دیا ہے ویسے تو بدکی محکمہ ڈاک سے تعلق رکھتے ہے وہ بے حد حساس طبیعت کے مالک ہے ان کے افسانے مشاہداتی نوعیت کے اور تجربی نوعیت کے ہیں۔ بعض افسانے ان کی اپنی آپ بیتی اور قاری کی آب بیتی معلوم ہوتے ہے۔

اردو ادب عالمی ادب سے جڑ کرنت نئے رنگوں کو سمیٹتا جا رہا ہیں جس کے باعث اردو ادب کی مختلف اصنافِ سخن میں تبدیلیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ افسانوی ادب میں ابتداء سے حال تک میں جو رجحانات سامنے آئے ،ان میں حقیقت پسندی و رومانیت پسندی ، مارکس وفرائڈ کے نظریات ،شعور کی رو تکنیک کا استعمال میں لانا، علامتی و تجریدی اور تشبیہات و استعارات کا شدّت سے استعمال ، افسانہ کا درہم برہم ہو جانا ، کہانی میں حقیقت کے بجائے اینٹی اسٹوری کا ہونا اور کردار کی جگہ ا، ب، ج، د، کا ہونا ، کہانی پن کا لوٹ آنا ، بیانیہ انداز میں لکھنا ، کہانی کا عالمی سطح سے جڑ جانا ، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ انسانی زندگی ٹیکنالوجی کی محتاج ہوتی جا رہی ہے تب سے نہ صرف انسان کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے بلکہ کچھ عادت و اطوار نے اس کی زندگی کے میزان کو بدل کر رکھ دیا ہیں۔

عام انسان کی زندگی میں ہونے والے واقعات اور واردات اس کی زندگی کے تجربات کا حصہ بن جاتے ہیں۔ تخلیق کار بھی اس قسم کے مراحل سے گزرتا ہے وہ اپنے تجربات کو دلچسپ اور موثر انداز میں اپنی تخلیقات میں سمو دیتا ہے۔ ہر تخلیق کار کا منصب الگ ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شاعر اپنے جذبات و احساسات ، تجربات و مشاہدات کو شعری پیکروں میں باندھ کر اپنا اظہار خیال پیش کرتا ہے ادیب شاعر کے خیال سے نہ صرف منفرد سوچتا ہے بلکہ اپنے اظہار کا وسیلہ خوبصورت الفاظ اور جملوں کے پیرائے میں تحریر کرتا ہے۔ جس سے اس کی تحریر نرالی اور منفرد بن جاتی ہے ۔لہٰذا دیپک بدکی نے ادب کو نہ صرف زندگی اور متعلقات زندگی کا طابع دار مانا بلکہ پاسدار اور جانب دار بھی مانا ۔انھوں نے اپنے افسانوں میں جا بجا عصری مسائل کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے ان کا تخلیقی سفر ۱۹۶۸ء میں لکھے 'بندھن' ڈرامہ سے ہوتا ہے ان کا پہلا افسانہ 'سلمیٰ' ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ' ادھورے چہرے' کے نام سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ ان کے کچھ افسانے مقامی ،قومی اور عالمی سیاست سے بھی وابستہ ہے اس طرح دیپک بدکی کا دل انسانیت کا غم آشنا ہے۔

مصوروں کی طرح افسانہ نگار بھی نادر ترکیبوں لطیف، استعاروں اور جدید اختراعی تشبیہی پیکروں کے ذریعے

افسانوں کی رنگ آمیزی اور مرقع سازی کرتے ہیں دیپک بدکی کو زبان پر قدرت حاصل ہے اسلئے وہ ان کی مدد سے پورے ماحول کو زندہ کر دیتے ہے۔انھوں نے اپنے قلم سے جہاں اپنے دُکھ و درد اور کرب و اضطراب کا اظہار کیا ہے وہیں زندگی کا پیغام بھی دیا۔ بدکی ناصح سے نہیں بلکہ رہنما ہے اس تحقیقی مقالے میں دیپک بدکی کے اب تک کے ۶۷ مطبوعہ افسانوں، ۹ غیر مطبوعہ افسانوں، افسانچوں، تنقیدی مضامین، تبصروں، اور جائزوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔میرے اس تحقیقی مقالے میں دیپک بدکی کی تخلیقات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس تحقیقی مقالے کو چار ابواب میں پیش کیا ہے۔لیکن ہر باب کے ضمنی ابواب بھی ہیں۔

## باب:اوّل افسانے کی مختصر کہانی

(۱.۱)افسانہ ابتداء سے ۱۹۳۶ءتک

(۱.۲)افسانہ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۰ءتک

(۱.۳)افسانہ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۵ءتک

(۱.۴)افسانہ۱۹۷۵ء سے عصر حاضر تک

## باب :دوم دیپک بدکی۔حیات کے اہم سنگ میل

## باب :سوم دیپک بدکی بحیثیت افسانہ نگار

(۳.۱)دیپک بدکی کے افسانوں پر طائرانہ نظر

(۳.۲) دیپک بدکی کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ

(۳.۲.۱)ادھورے چہرے۔(افسانوی مجموعہ)

(۳.۲.۲)چنار کے پنجے۔(افسانوی مجموعہ)

(۳.۲.۳)زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی۔(افسانوی مجموعہ)

(۳.۲.۴)ریزہ ریزہ حیات۔(افسانوی مجموعہ)

(۳.۲.۵)غیر مطبوعہ افسانے

(۳.۳) دیپک بدکی کے افسانچوں کا تنقیدی جائزہ

## باب:چہارم دیپک بدکی کا تنقیدی شعور

## (۴.۱) دیپک بدکی بحیثیت تنقید نگار

(۴.۱.۱)عصری تحریریں۔تنقیدی مضامین

(۴.۱.۲)عصری شعور۔تنقیدی مضامین

## (۴.۲) دیپک بدکی بحیثیت مبصر

(۴.۲.۱)عصری تحریریں۔تبصرے

(۴.۲.۲)عصری شعور۔تبصرے

## ☆ ماحصل

**باب اوّل : افسانے کی مختصر کہانی** ہےاس باب میں افسانے کی ابتدائی شکل وصورت کے بارے میں بیان کیا گیا۔افسانے کی شروعات یعنی سن ۱۹۰۰ء سے لے کر دور حاضر تک کی تاریخ کو چہار ضمنی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**(۱.۱) افسانہ ابتداء سے ۱۹۳۶ء تک** :اس باب میں اوّلین افسانہ اور افسانہ نگاروں میں ہوئے اختلافات کومختلف ناقدین ومحققین کی رائے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جیسا کہ کسی نے راشدالخیری کا لکھا افسانہ ’خدیجہ اورنصیر‘ کو پہلا افسانہ نگارقرار دیا ہےتو بعض نے سجاد حیدر یلدرم کا لکھا افسانہ ’نشہ پہلی ترنگ‘ کواوّلین درجہ دیا ہے جبکہ پریم چند کے لکھے ’انمول رتن‘ سے یہ ثابت ہو چکا ہے پریم چنداوّلین افسانہ نگار ہے۔پریم چند کی حقیقت پسند اسکول اور سجاد حیدر یلدرم کے رومانی اسکول کے بارے میں بیان فرمایا ہےاور ساتھ ان افسانہ نگاروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جواسی طرز میں لکھتے رہے۔اس طرح ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک انسانی زندگی کے ساتھ ساتھ افسانے کے موضوعات اورتکنیک میں بھی نیا موڑ دیکھنے کوملا اور حقیقت پسندی رومانیت پر غالب آ گئی۔جیسا کہ سن ۱۹۳۲ء میں افسانوی مجموعے ’انگارے‘منظرِ عام پرآیا۔جس سے ادبی دنیا میں تہلکا مچ گیا تھا دوسری جانب ۱۹۳۵ء میں پریم چند کا شاہکار افسانہ ’کفن‘منظرِ عام پرآیا۔جس نے افسانے کو نیا موڑ دیا۔

**(۱.۲) افسانہ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۰ء تک** :۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک کی ابتداء ہوئی۔دراصل اس دورکو افسانے کا عہد ذرین دور بھی کہتے ہیں وہ اسلئے کہ اس دور میں افسانے سب سے بہترین اورسب سے زیادہ لکھے گئے یہی نہیں اِسی دور میں منٹو، عصمت ، بیدی ، کرشن چندر اور قرۃ العین حیدر وغیرہ خاص افسانہ نگار سامنے

آئے جنھوں نے افسانے کو بہت بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ ریاست جموں و کشمیر میں بھی ایسے بہت سے ادیب اور فنکار سامنے آئے جنھوں نے ترقی پسند تحریک کو گلے لگایا جیسے پریم ناتھ پردیسی، پریم ناتھ در، سوم ناتھ زتشی، مرزا عارف بیگ، رامانند ساگر، تیج بہادر بھان، برج پریمی، اختر محی الدین وغیرہ۔ دیکھا جائے تو اس دور میں دو مغربی مفکروں کے نظریات نے اردو ادب کو کافی متاثر کیا تھا۔ ایک طرف مارکس کے نظریات تھے تو دوسری طرف فرائڈ کے نظریات۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان ہندوستان کی سرزمین پر ایک اہم دردناک و بھیانک واقعہ 'بنگال کا قحط' پیش آیا۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم ہوئی جس کے سبب ملک دو حصوں، ہندوستان اور پاکستان، میں بٹ گیا۔ تقسیم ہند نے سب کچھ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ سبھی جگہ ایک ٹھہراؤ سا آ گیا۔ اب زندگی نئے سرے سے دوبارہ شروع کی گئی وہی افسانے پر ان سب کا شدّت سے اثر پڑا۔ لہٰذا افسانے پھر بھی لکھے جانے لگے۔ چنانچہ عام زندگی کی طرح افسانہ بھی ہیئت اور تکنیک کے نئے جزو سے روشناس ہونے لگا۔ ترقی پسند تحریک کے زوال کے ساتھ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء تک کے افسانوں میں علامتی اور تجریدی رجحانات داخل ہوتے رہے کیونکہ اِس دور کے افسانہ نگاروں نے اپنی بات کہنے کے لئے اپنے افسانوں میں بیانیہ کے بدلے علامات، کنایات اور استعارات کا بھرپور استعمال کرنا شروع کیا۔

**(۱.۳) افسانہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۵ء تک :** اس باب میں جدید دور کا افسانہ اور افسانہ نگار کے اعتراضات کو مختلف محققین اور ناقدین کے رائے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جیسا کہ کسی نے کہا کہ اختر اورینوی کے افسانے 'کیچلیاں اور بال جبریل' کو جدید دور کا اوّلین افسانہ قرار دیا۔ جبکہ بعض نے یہ مانا کہ جدید افسانے کی بنیاد منٹو کے افسانہ 'پھندنے' سے پڑی جبکہ کچھ اور کی رائے کے مطابق کرشن چندر کے افسانہ 'غالیچہ' کو پہلا جدید افسانہ قرار دینا چاہیے۔ لہٰذا آزادی کے بعد لکھنے والوں میں منٹو، کرشن چندر کے علاوہ انتظار حسین پیش پیش رہے ہیں۔ جہاں تک خواتین افسانہ نگاروں کا سوال ہے ابتدائی دور میں عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں کے سبب اردو ادب میں اپنی پہچان بنائی۔ اُسی طرح جدید دور میں قرۃ العین حیدر کا نام 'شعور کی رو' تکنیک کے استعمال کے روشن ہو چکا ہے جدید دور کے افسانہ نگاروں نے اپنی زندگی کی آہ و بُکا کو پیش کرنے کے لئے تشبیہات، تمثیلات، تلمیحات، علامتوں اور استعاروں کا استعمال کرنا موثر لگا۔ جس کے تحت افسانہ درہم برہم بنتا جا رہا تھا لہٰذا یہی زمانہ تھا جب اینٹی اسٹوری، اینٹی ہیرو، بیانیہ کو ترک کرنے اور کرداروں کو بے چہرگی عطا کرنے یعنی 'ا، ب، ج یا ڈ' سے ظاہر کرنے کی باتیں عام ہوئیں۔ یہ وہ دور تھا جب افسانے کی ہیئت ہی بدل گئی۔ اب افسانوں میں نہ وہ پختگی والی باتیں رہیں اور نہ ہی انسان کے دلی جذبات کی وضاحت۔ افسانے کا رشتہ حقیقت کے بجائے فکشن سے

جڑنے لگا۔اس دور کے مشہور افسانہ نگاروں میں غیاث احمد گدی اور الیاس احمد گدی، رام لعل، ہرچرن چاولہ، جوگندر پال اور رتن سنگھ وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔اس دور میں خاص طور سے افسانہ نگار اور قاری کے درمیان میں خیالات کی تکرار بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔کشمیر کے حوالے سے جدید دور میں ویریندر پٹواری کا نام اہم ہے۔اسی دور میں دیپک بدکی نے بھی اپنی تخلیقی سفر کا آغاز سن ۱۹۷۰ء میں کیا تھا۔حالانکہ یہ سلسلہ چند سالوں کے بعد ہی منقطع ہو گیا۔

**(۱.۴) افسانہ ۱۹۷۵ء سے عصر حاضر تک:** اس باب کی ابتداء میں افسانہ نگار اور قاری کی دوریوں کو کے بارے میں پیش کیا گیا ہے۔چنانچہ ناگزیر حالات کے باوجود بہت سے افسانے نگار آئے جنھوں نے انسانی زندگی سے جڑے مسائل کو پیش کیا ہے ان میں بلراج کومل، اقبال متین، انور قمر، الیاس احمد گدی وغیرہ اہم ہیں۔ تاہم اب افسانہ جدیدیت سے مابعد جدیدیت کی طرف مائل ہو رہا تھا کئی اصطلاحیں سامنے آئیں جیسے مابعد جدیدیت، ساختیات، پس ساختیات، کنسٹرکشن، ڈی کنسٹرکشن وغیرہ۔جیسا کہ عام رواج ہے ان اصطلاحوں کو ہمارے ادب میں بھی درآمد کیا گیا۔۱۹۸۰ء تک پہنچتے پہنچتے افسانے میں بہت ساری تبدیلیاں آچکی تھیں۔ جدیدیت کے دور میں افسانوں کا انداز بیان بدل چکا تھا، وہ شاعری کے قریب آچکے تھے اور ان میں علامتیں، کنائے، تشبیہات اور استعارے کثرت سے استعمال ہو رہے تھے۔تاہم آٹھویں دہائی میں جو موضوعات موجود تھے وہیں سارے آٹھویں دہائی کے بعد بھی نظر آئے، فرق صرف اتنا تھا کہ اب کہانی میں کہانی پن لوٹ آیا تھا۔ ٹیکنالوجی کی ایجادات مثلاً کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور میڈیا کی بدولت ادبی دنیا سمیت ساری دنیا میں اطلاعاتی انقلاب آچکا ہے۔اسی دور میں شموئل احمد، شفق، انیس رفیع، ساجد رشید وغیرہ اہم رہے۔

۱۹۹۰ء کے بعد افسانے کا منظر تیزی سے بدلتا گیا۔ ہندوستان میں تقسیم ہند کے بعد ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کا انہدام ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ادھر لبرلائزیشن (Liberalisation) کے باعث ہندوستان کو بین الاقوامی سطح پر ترقی یافتہ ملکوں میں شمار کیا جانے لگا۔تاہم دیپک بدکی کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ انھوں نے ۱۹۷۰ء میں افسانہ لکھنے کی شروعات کی مگر ناگزیر حالات کے سبب انھوں لکھنا ترک کر دیا تھا اور اب ۱۹۹۶ء میں انھوں نے دوبارہ تحریر کرنا شروع کیا جو اب تک جاری ہے چنانچہ ان کے اب تک چہار افسانوی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔لہٰذا دیپک بدکی وہی شخصیت ہیں جن پر مجھے تحقیقی مقالہ تحریر کرنے کا موقع میسر ہوا۔اور آخر میں اردو کے ادیبوں کے مقامی مسئلوں کے ساتھ عالمی موضوعات پر لکھی تحریروں کو پیش کیا ہیں۔

**باب دوم : دیپک بدکی حیات کے اہم سنگ میل** ہےاس باب میں بدکی کی پیدائش، بچپن، لڑکپن، جوانی، تعلیم، ملازمت، دلچسپیوں، ان لوگوں کا بھی ذکر جنھوں نے ان کی طرز زندگی اور سوچ کو متاثر کیا ہے ،اور ساتھ ہی ان کی ادبی صلاحیتوں کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ دیپک بدکی ۱۵ فروری ۱۹۵۰ء کو اپنے آبائی مکان واقع کرالہ ٹینگ (وازہ پورہ)، مہاراج گنج، سرینگر، کشمیر میں پیدا ہوئے۔ان کے والد صاحب کا نام آنجہانی رادھا کرشن بدکی اور ماں کا نام آنجہانی سُماوتی بدکی (میکے کا نام کملاوتی نہرو) ہے۔ بدکی کی ابتدائی تہذیب واخلاقی تعلیم گھر سے شروع ہوئی مگر درسی تعلیم کے لیے انہیں گھر کے نزدیک گانی آٹ منز جبری اسکول میں داخلہ لیا، جہاں انھوں سب سے پہلے اردو زبان کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔اسی اسکول میں انھوں نے پانچویں جماعت تک کی درسی تعلیم حاصل کی۔آگے کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انھوں نے گورنمنٹ ہائر سیکنڈری اسکول نواکدل میں داخلہ لیا ۔اس اسکول میں داخلہ لے کر چھٹی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی۔لہٰذا بدکی ابھی آٹھویں کے بورڈ امتحانات کی تیاری کر رہے تھے کہ مارچ ۱۹۶۲ء میں والدہ کا انتقال ہوگیا اُس وقت ان کی عمر صرف ۱۲ سال کی ہی تھا لہٰذا بدکی کی ماں کے وصال کے بعد ان کی جگری بوا نے ان کی ماں کی کمی کو پورا کیا۔آٹھویں کی پڑھائی کے دوران انہیں اکثر مضامین کو انگریزی کے ذریعے پڑھائے جاتے تھے جبکہ ہسٹری جیوگرافی کے لیے اردو کا استعمال ہوتی تھی اور اختیاری مضمون ہندی تھا۔چنانچہ اس طرح ان کا اردو سے رشتہ کافی حد تک ٹوٹ گیا اور اب انہیں ہندی زبان کو سیکھنا پڑا۔اس طرح بدکی کو تین زبانوں کا تھوڑا بہت علم ہو چکا تھا۔تاہم نویں جماعت میں بدکی کا داخلہ ایک آریہ سماجی پرائیوٹ اسکول'ڈی.اے.وی ہائر سیکنڈری اسکول امیراکدل سرینگر میں ہوا۔یہ اسکول بھی انگلش میڈیم ہی تھا مگر اختیاری مضمون ہندی تھا۔اور اب ان کا اردو زبان کا ساتھ پوری طرح سے کٹ چکا تھا سائنس اسٹریم اور وہ بھی حیاتیاتی گروپ ہونے کی وجہ سے اب زبانوں کو سیکھنے کا موقع فراہم نہ ہوسکا۔لہٰذا ہائر سیکنڈری یعنی گیارہویں جماعت پاس کر کے بدکی نے سری پرتاپ کالج، سرینگر میں داخلہ لیا جہاں سے انھوں نے بی ایس سی (آنرس)[بوٹنی] کا امتحان پاس کرلیا۔ کالج کے دوران ان کو سارے مضامین انگریزی میں پڑھنے پڑے۔

البتہ بدکی نے ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۰ء تک ایم ایس سی (باٹنی) کی تعلیم حاصل کی۔ دراصل ۱۹۶۸ء میں بدکی کے پھپھرے بھائی اشوک کی موت سے انہیں صدمے میں پہنچایا جس کے تحت انہیں تخلیق کرنے کا جذبہ کہیں سے ابھرا اور انھوں نے 'بندھن' کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا۔اس ڈرامہ کو بدکی نے آدھا اردو، ہندی اور انگریزی زبان میں لکھا تھا۔تاہم بدکی نے اپنی دلچسپی کا اظہار اردو زبان میں کرنے کا اردہ کیا جس کے تحت انھوں نے

جامعہ اردو علی گڑھ کی ادیب اور ادیب ماہر کی ڈگریاں حاصل کیں۔انھوں نے ۱۹۷۰ء میں پہلا افسانہ تخلیق کیا، جو 'سلمیٰ' کے نام سے کشمیر کے روزنامہ 'ہمدرد' میں شائع ہوا۔۱۹۷۱ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوری طور پر انھوں نے مقامی اخباروں (روزنامہ جہان نو، ہفتہ وار عقاب، نوجیون اور ہمارا کشمیر) میں بحثیت کارٹونسٹ کے بہت کم وقت کے لیے کام بھی کیا۔اپریل ۱۹۷۱ء میں دیپک بدکی ریاستی پبلک سیکٹر یونٹ، جموں اینڈ کشمیر ہینڈی کرافٹس سیلز اینڈ ایکسپورٹس کارپوریشن میں ملازم ہو گئے۔

علاوہ ازیں دیپک بدکی ریڈیو کشمیر سرینگر کی یُوواوانی اور جنرل سروسز اور دوردرشن کشمیر کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے۔۱۹۷۳ء میں دوردرشن کشمیر نے ان کا تحریر کردہ افسانہ 'ریزے' پروگرام 'ایک کہانی' کے تحت ٹیلی وائز کیا۔۱۹۷۵ء میں دیپک بدکی انڈین سول سروسز کے امتحان میں شریک ہوئے۔اور ۱۹۷۶ء کو دیپک بدکی کی شادی لکھنؤ میں پلی بڑھی کشمیری پنڈت لڑکی، بینا رینا، سے ہوئی۔۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۱ء میں بدکی کے یہاں دو فرزند پیدا ہوئے۔۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۸ء تک آرمی (فوجی) پوسٹل سروسز میں ڈیپوٹیشن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اور کپتان کے عہدے سے بڑھتے بڑھتے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچ گئے۔۱۹۸۸ء میں والد کے انتقال کی وجہ سے وہ واپس اپنے سوِل محکمے میں آ گئے اور دوبارہ کشمیر میں بحثیت ڈائریکٹر پوسٹل سروسز تعینات ہوئے۔۱۹۸۸ ء سے ۱۹۹۱ء تک بدکی جموں و کشمیر میں ڈائریکٹر پوسٹل سروسز کے عہدے پر تعینات رہے۔انہی دنوں کشمیر میں دہشت گردی کے سبب حالات بد سے بدتر ہو گئے اور لوگوں کو وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔یہ بدکی کی زندگی کا سب سے خراب دور رہا تھا جسے وہ کبھی نہیں بھول پاتے۔

۱۹۹۲ء میں گورنمنٹ نے دیپک بدکی کو نیشنل ڈیفنس کالج میں ایک سال کی دفاعی سٹریٹجی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔اس ٹریننگ کے دوران انہیں دبئی، شارجہ، قاہرہ، روم اور پیرس جیسی جگہیں دیکھنے کا موقعہ بھی ملا۔۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک وہ محکمہ ڈاک کے تحت پوسٹل لائف انشورنس سے جڑے رہے۔دیپک بدکی کو ملازمت میں بار بار تبادلہ ہونے کے سبب انھیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کام کرنے کا موقع ملا۔مثلاً اروناچل پردیش، میگھالیہ (شیلانگ)، تریپورا (اگرتلا)، بریلی، متھرا (یوپی)، آسام (گوہاٹی)، گوا، بڑودہ (گجرات)، اور دہلی وغیرہ وغیرہ۔

دیپک بدکی کی شخصیت پر کئی ہستیوں کا اثر پڑا ہے۔انھوں نے کالج کے دنوں میں گاندھی جی کا لٹریچر خوب پڑھا تھا اور اسے کافی متاثر ہو چکے تھے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے پھوپھا بھی گاندھی وادی تھے اور بدکی کو گاندھی جی کے بارے میں اکثر درس دیا کرتے تھے۔جہاں تک ادبی شخصیات کا تعلق ہے، دیپک بدکی پر سب

سے زیادہ اثر منٹو، پریم چند، موپاسان، آئن رینڈ اور خلیل جبران کی تخلیقات کا پڑا ہے۔ بدکی نے پوسٹل سروس میں آنے کے بعد چند وجوہات کی بنا پر لکھنا ترک کر دیا تھا اور یہ تعطل ۱۸ سال چلتا رہا۔لیکن ذہنی کش مکش کے سبب انھوں نے دوبارہ ۱۹۹۶ء کے آس پاس لکھنا شروع کیا۔ ۱۹۹۹ء میں ان کا پہلا افسانوی مجموعہ 'ادھورے چہرے' کے نام سے منظر عام پر آیا۔ان کے اپنے دو بلاگ

(deepakbudki.com/wp-login.php&budki.blogspot.com) ہیں جن پر نہ صرف ان کے افسانے آن لائن پڑھنے کو ملتے ہیں بلکہ ان کے انگریزی مضامین بھی ملتے ہیں۔

دیپک بدکی کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''چنار کے پنجے'' کے نام سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ ۲۰۰۵ء میں ہی دیپک بدکی کے پہلے افسانوی مجموعے 'ادھورے چہرے' کا ہندی ایڈیشن بھی نجی سرمائے سے منظر عام پر آیا۔ ۲۰۰۶ء میں ان کی تنقیدی مضامین اور تبصروں پر مبنی کتاب 'عصری تحریریں' شائع ہوئی۔اور ان کا تیسرا افسانوی مجموعہ 'تیسرا زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی' کے نام سے ۲۰۰۷ء میں منظر عام پر آیا۔ ۲۰۰۶ء میں ادبی رسالے 'انتساب' سرونج، مدھیہ پردیش اور ۲۰۰۷ء میں سہ ماہی 'اسباق' پونے نے دیپک بدکی کے گوشے شائع کیے جن کی بہت پذیرائی ہوئی۔اس کے علاوہ انھوں نے کئی سمیناروں میں شرکت فرمائی۔ ۹ جنوری ۲۰۰۸ کو آندھرا پردیش اردو اکادمی، اور بعد میں سد بھاونا منچ، سرونج، مدھیہ پردیش کی جانب سے دیپک بدکی کو ان کی ادبی خدمات کے لیے اعزازات دیے گئے۔ ۲۰۰۹ء میں انٹرنیشنل فرینڈ شپ سوسائٹی کی طرف سے موصوف کو ان کے آفیشل کام اور ادبی خدمات کے لیے راشٹریہ گورو ایوارڈ بھی عطا کیا گیا۔ ۲۰۰۹ء میں دیپک بدکی کی تنقیدی تصنیف 'عصری شعور (تنقیدی مضامین اور تبصرے)' شائع ہوئی۔حال ہی میں دیپک بدکی کا ایک اور افسانوی مجموعہ 'ریزہ ریزہ حیات' (۲۰۱۱ء) منظر عام پر آچکا ہے بدکی کی کئی کہانیوں کے ترجمے بعض دوسری زبانوں میں ہو چکے ہیں۔اردو اور ہندی کے علاوہ یہ ترجمے کشمیری، انگریزی، مراٹھی اور تیلگو میں کیے گئے ہیں۔دیپک بدکی نے بہت ہی کم وقت میں اپنے ہنر کے جلوے کی روشنی کو بکھیرتے ہوئے نظر آئے۔

**باب سوم : دیپک بدکی بحیثیت افسانہ نگار** ہے۔اس باب میں بدکی کے تخلیقی سفر کے ساتھ ساتھ ان کے افسانوں پر مختلف تخلیق کاروں کے تاثرات کو پیش کیا گیا ہے۔اس باب کو تین ضمنی حصوں میں بانٹا گیا ہے۔

**(۳.۱) دیپک بدکی کے افسانوں پر طائرانہ نظر**: اس باب میں دیپک بدکی کے افسانوں پر طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔اور ان افسانوں پر لکھے گئے تاثرات کو بھی پیش کیا گیا ہے علاوہ ازیں موضوع و تھیم، مقصد، پس ،

منظر، کردارنگاری، منظرنگاری، جغرافیائی پھیلاؤ، کلائمکس، اختتام جیسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

**(۳.۲) دیپک بدکی کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ** : یہ باب سوم کا دوسرا ضمنی حصہ ہے اور اس باب میں ساتویں دہائی اور آٹھویں دہائی میں افسانے کے رجحانات کے پس منظر میں بدکی کے ادبی تخلیقی سفر اور تخلیقات کو پیش کیا گیا ہے۔اس باب کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مزید پانچ ضمنی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

**(۳.۲.۱) ادھورے چہرے ۔افسانوی مجموعہ**: اس باب میں بدکی کے سب سے پہلے لکھے افسانوی مجموعہ 'ادھورے چہرے' کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے یہ افسانوی مجموعہ سن ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔اس مجموعہ میں کُل سولہ افسانے ہیں ۔ یہ افسانے انسانی رشتوں و ریخت ،عشق ومحبت ،نفسیات و جنسیات ، انسانی ہمدردی ، جیسے موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔

**(۳.۲.۲) چنار کے پنجے ۔افسانوی مجموعہ** :اس باب میں دیپک بدکی کا لکھا دوسرا افسانوی مجموعہ 'چنار کے پنجے' کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے یہ افسانوی مجموعہ ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا تھا۔اس مجموعہ میں کُل ۱۹ افسانے ہیں بیشتر افسانوں میں کشمیر کے حالات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

**(۳.۲.۳) زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی ۔افسانوی مجموعہ** :اس باب میں تیسرے افسانوی مجموعہ 'زیبرا کراسنگ پر کھڑا آدمی' کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے یہ افسانوی مجموعہ سن ۲۰۰۷ء میں کتابی شکل میں منظر عام پر آیا تھا۔اس مجموعہ میں کُل ۲۳ افسانے ہیں یہ افسانے سیاسیات، سماجیات، جنسیات، کشمیر کی ملی ٹنسی اور ہجرت جیسے موضوعات پر اپنے گہرے تاثرات رکھتے ہیں۔

**(۳.۲.۴) ریزہ ریزہ حیات ۔ افسانوی مجموعہ** : اس باب میں بدکی کے تازہ ترین چوتھے افسانوی مجموعے 'ریزہ ریزہ حیات' کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے یہ افسانوی مجموعہ حال ہی میں ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا ہے اس میں کُل ۱۸ افسانے ہیں۔یہ افسانے عشق ومحبت، اصول پرستی، ہندو پاک کا تنازعہ، ٹیلنٹ کی ان دیکھی ،رشوت خوری، جنسی استحصال، کشمیر اور ہجرت جیسے موضوعات پر مبنی ہیں

**(۳.۲.۵) غیر مطبوعہ افسانے** : اس باب میں بدکی کے لکھے ان افسانوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہو پائے بلکہ یہ وہ غیر مطبوعہ افسانے ہیں جو ان کے بلاگ (deepakbudki.com/wp-login.php&budki.blogspot.com) سے لیے گئے ہیں

جن کے ساتھ مقامی اخبار ورسائل کے حوالے بھی درج ہے۔انسانی نفرتیں،حرص وہوس،سیاسیات،توہم پرستی، درجہ فہرست ذاتوں اور قبیلوں کا استحصال،کشمیر کی پسماندگی جیسے موضوعات ان افسانوں کی جان ہیں۔

**(۳.۳) دیپک بدکی کے افسانچوں کا تنقیدی جائزہ** : یہ باب سوم کا تیسرا اور آخری ضمنی حصہ ہے اور اس باب میں افسانچوں کا تعارف مختلف ناقدین کی آراء اور ان کے تاثرات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔دیپک بدکی کے یہ وہ افسانچے ہیں جو مختلف رسالوں میں چھپ چکے ہیں جو ان کے بلاگ (deepakbudki.com/wp-login.php&budki.blogspot.com) سے حاصل کیے گئے ہیں ۔بدکی کے بلاگ میں موجود ۲۶ افسانچے، سچ کی تلاش، جرم، نیکی، بیوی کی کمائی، شناخت، چمتکار، خودکشی، ووٹ، گارنٹی، جھوٹی امارت، لکشمی کا شواگت، پہلا کلون، جیسے عنوانات اور تیرِ نیم کش جیسے موضوعات پر مبنی ہیں۔

**باب چہارم : دیپک بدکی کا تنقیدی شعور** ہے۔اس باب میں دیپک بدکی کے تنقیدی شعور کو مختلف حوالوں اور تاثرات کے ذریعے جاننے اور پہچاننے کی کوشش کی گئی ہے اس باب کے دو ضمنی حصے ہیں۔

**(۴.۱) دیپک بدکی بحیثیت تنقید نگار** : یہ باب چہارم کا پہلا ضمنی حصہ ہے اور اس باب میں بدکی کے تنقیدی نظریات کو مختلف ناقدین کی آراء اور تاثرات کے ذریعے واضح کیا گیا ہے، جس سے بدکی بحیثیت تنقید نگار کی واضح تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے۔اس باب کی تفصیلات کو دو ضمنی حصوں میں پیش کیا گیا ہے

**(۴.۱.۱) عصری تحریریں۔تنقیدی مضامین** :اس باب میں دیپک بدکی کی تصنیف کردہ کتاب 'عصری تحریریں' (تنقیدی مضامین وتبصرے۔۱) جو سن ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی تھی، پر تحقیقی کام کیا گیا ہے۔بدکی نے جن مختلف ادب پاروں اور تخلیقات پر تنقیدی مضامین لکھے ہیں انہیں مدنظر رکھ کر بدکی کے تنقیدی افکار کو اجاگر کر کے مختلف حوالوں کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

**(۴.۱.۲) عصری شعور۔تنقیدی مضامین** : سن ۲۰۰۷ء میں 'عصری شعور' (تنقیدی مضامین و تبصرے۔۲) کے نام سے دیپک بدکی کی ایک اور کتاب شائع ہوئی تھی۔اس کتاب کے حوالے سے بدکی کے لکھے گئے مختلف ادیبوں کی تخلیقات پر مبنی تنقیدی مضامین میں وارد بدکی کے تنقیدی نظریات کو حوالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔

**(۴.۲) دیپک بدکی بحیثیت مبصر** : یہ باب چہارم کا دوسرا ضمنی حصہ ہے۔اس باب میں تبصرہ نگاری

وضاحت کی گئی ہے۔ بدکی نے نثری و منظوم کتابوں پر تبصرے کیے ہیں اس باب میں ان کی تبصرہ نگاری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دیپک بدکی کو بحیثیت مبصر سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اس باب کو ان کی دو کتابوں ۱) عصری تحریریں ،۲) عصری شعور کو مدنظر رکھتے ہوئے دو ضمنی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے

**(۴.۲.۱) عصری تحریریں ۔تبصرے** : بدکی نے اپنی کتاب 'عصری تحریریں' میں کُل اکیاون تبصرے لکھے ہیں۔ ان میں سے اکیس تبصرے باب نثر کے تحت، پانچ تبصرے باب شاعری کے اور گیارہ تبصرے گوشہ صلاح الدین نیّر عنوان کے تحت تحریر کیے گئے ہے۔ بقیہ تبصرے تنقید و تحقیق کے باب کے تحت خصوصیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ان تمام تبصروں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک مبصر کے طور پر دیپک بدکی کا کیا مقام ہے؟ کو پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

**(۴.۲.۲) عصری شعور ۔تبصرے** : بدکی نے اپنی اس کتاب 'عصری شعور' کی فصل سوّم میں انتالیس (۳۹) تبصرے تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے گیارہ تبصرے افسانوی مجموعوں پر ہیں، ناولوں پر چھ تبصرے، شعری مجموعوں پر دس تبصرے، اور تنقید و تحقیق اور متفرقات کے تحت بارہ (۱۲) تبصرے لکھے ہیں۔ ان سبھی تبصروں کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد بدکی بحیثیت مبصر کس قدر کامیاب ہیں؟ کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے

☆ **ماحصل** : اس تحقیقی مقالے میں شامل جملہ ابواب کا مجموعی جائزہ لینے پر ماحصل کے طور پر مندرجہ ذیل اہم نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

☆ دیپک بدکی اپنی حیات کے آئینے میں کرنل ، جنرل ، صحافی ، ناقد ، مبصر ، افسانہ نگار ، اور ان سب سے بڑھ کر ایک اچھے انسان ہیں۔

☆ ہجرت اور سیاحی میں دیپک بدکی نے مقام و قیام کی جو صعوبتیں جھیلیں اور جن تجربات اور مشاہدات سے وہ گزرے ہیں ان تمام جغرافیائی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی حالات سے پُر زندگی کے بوقلموں وحقائق کو افسانوی پیکروں میں ڈھالنے میں کامیاب ہی نہیں بلکہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

☆ دیپک بدکی دور حاضر کے اردو کے بڑے افسانہ نگاروں اپنی منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ اردو افسانہ نگاری کے درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخیر میں کتابیات کی تفصیل دی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆